اس کو وہ تمام حقوق دیتا ہے جو انسانی معاشرہ میں اپنا فطری کردار ادا کرنے کے لیے اسے درکار ہیں' البتہ فرائض کی تقسیم وہ مرد اور عورت کے طبعی تقاضوں اور فطری ضروریات کو سامنے رکھ کر کرتا ہے اور عورت کو ہر ایسے عمل سے روکتا ہے جو اس کے نسوانی وقار' فطری ذمہ داریوں اور طبعی مناسبت کے منافی ہو اور مغربی میڈیا کے تمام تر بلند بانگ دعووں اور پراپیگنڈہ کے باوجود اسلام کا یہ اصول حق تلفی نہیں بلکہ عین انصاف ہے جس کے بغیر انسانی معاشرت کو متوازن رکھنا ممکن ہی نہیں ہے۔

"مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کی دینی ذمہ داریاں"

(مجموعہ خطبات و مقالات)

از : مولانا زاہد الراشدی

صفحات : ۸۰

قیمت : بیرونی ممالک: ڈیڑھ برطانوی پونڈ

اندرون ملک: ۲۰ روپے

ملنے کے پتے: (۱) الشریعہ اکیڈمی' مرکزی جامع مسجد (پوسٹ بکس ۳۳۱) گوجرانوالہ۔ پاکستان۔

(۲) Khatm-e-Nubuwwat Centre,

35 stock well green, London, (s.w.9) U.K

جسٹس تنزیل الرحمان ☆

انسانی معاشرہ اور اسلامی قوانین

معاشرہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے اور قانون ایک ایسی ناگزیر ضرورت ہے کہ اس کے بغیر متمدن انسانی معاشرہ کا تصور ہی ممکن نہیں' اسی قانون کے ذریعہ معاشرہ کی شیرازہ بندی ہوتی ہے' حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے' فرائض ادا کئے جاتے ہیں اور عدل اور انصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ معاشرے کے افراد جو مختلف پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں ایک نظام کے تحت قانون کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہیں تاکہ ایک دوسرے کے ظلم و جور سے محفوظ رہیں۔ مختصر یہ کہ انسانی فطرت کے تقاضے اس قدر گوناگوں اور اس کی ضروریات اس قدر متنوع ہیں کہ معاشرہ کو ایک قانونی نظام کی بنیاد پر استوار کئے بغیر ان کی تکمیل نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اگر قانون ابتدائی تعلیم جبری قرار دیتا ہے تو اس لئے کہ معاشرہ جاہل نہ رہے۔ اگر مجرموں کو سزا دیتا ہے تو اس لئے کہ جرائم کا سدباب ہو اور لوگ امن و سکون سے اپنی زندگی گزار سکیں۔ اگر قانون ظلم و استحصال کے خلاف ہے تو اس لئے کہ کمزور کی حق تلفی نہ ہو' غرض قانون اور معاشرہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

عقیدہ توحید اور مساوات

اسلام جس معاشرہ کو قائم کرنا چاہتا ہے' وہ عقیدہ توحید پر مبنی ہے یعنی وہ خونی اور نسبی رشتہ کے بجائے عقیدہ پر زور دیتا ہے۔ اسلام معاشرہ کی تشکیل کے لئے قبائلی کثرت کی جگہ اعتقادی وحدت پر یقین رکھتا ہے۔ رنگ و نسل کا کوئی امتیاز روا نہیں۔

☆ چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت' پاکستان

انما المومنون اخوۃ۔سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ چنانچہ اعتقادی وحدت کے بعد اسلامی قانون جس چیز پر زور دیتا ہے وہ معاشرتی مساوات ہے۔ سورہ حجرات کی ۱۳ویں آیت میں قرآن پاک صاف صاف اعلان کرتا ہے:

"اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو' تحقیق تم سب میں اللہ کے نزدیک وہی مشرف و مکرم ہے جو زیادہ پرہیز گار و متقی ہے"۔

اس آیت کے ذریعہ یہ قاعدہ کلیہ بیان ہو رہا ہے کہ کسی شخص کا ایک خاص قبیلہ یا خاندان یا خطہ سے متعلق ہونا کسی فضیلت کا باعث نہیں' اصل چیز تقویٰ ہے۔ دراصل اسلامی معاشرہ چار اجزا سے مرکب ہے۔ ایک یہ کہ اس کائنات کا مقتدر اعلیٰ اللہ کی ذات ہے۔ دوسرے یہ کہ اس ذات کے سامنے انسان سراپا اطاعت ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک مکمل نظام فکر و عمل جو اس حاکیت اور اقتدار اعلیٰ کے زیر اثر ہے اور چوتھے جزا و سزا کا تصور ہے۔

قرآن کہتا ہے: فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا "یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا" یرہ۔ اسی طرح سورہ حم سجدہ کی ۴۶ ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

"جس شخص نے نیک عمل کیا وہ اس کے اپنے نفع کے لئے ہوگا اور جس شخص نے برا عمل کیا' اس کا وبال اسی کے ذمہ پڑے گا"۔

قانون اسلامی کا نظریہ

یہ ہے وہ تصور جو اسلام معاشرہ کے بارے میں پیش کرتا ہے۔ اب قانون اسلامی کی طرف نظر ڈالئے:

اسلامی قانون کا نظریہ مغربی قوانین سے قطعاً" مختلف ہے۔ مغربی فلاسفہ اور ماہرین قانون اس نظریہ کے حامل نظر آتے ہیں کہ انسانی معاشرہ میں بیک وقت قانون اور اخلاق کے دو معیاری نظام پائے جاتے ہیں' جن کو وہ (Normativ Systems) سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کے کہنے کے بموجب یہ دونوں نظام بعض مقامات پر ایک دوسرے سے قریب ہو جاتے ہیں اور بعض مقامات پر ایک دوسرے سے ہم آہنگ

نہیں ہو پاتے۔ چنانچہ کانٹ نے قانون اور اخلاقیات کے فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قانون ہمارے خارجی طرز عمل یعنی (External conduct) کو Prescribe کرتا ہے اور اخلاق یعنی (Morality) ہمارے داخلی طرز عمل کو متعین کرتا ہے۔ اسی طرح مشہور انقلابی مفکر کیلسن اخلاقی تصورات کو قانون میں سمو دینے کا سخت مخالف ہے۔ اس کے خیال میں اخلاقیات محض ایک موضوعی (Subjective) چیز ہے اس لئے اس کو قانون کے سائنسی مطالعہ میں بحیثیت معروضی یعنی (Objective) حقیقت کے شامل نہیں کیا جاسکتا۔ کیلسن کی یہ رائے دراصل مجرد قانون (Pure Law) کے نظریہ پر مبنی ہے۔

اسلامی قانون کا نظریہ اس سے مختلف ہے۔ اسلامی قانون اپنے اندر مذہبی اور اخلاقی نظام سموئے ہوئے ہے۔ اس لئے اسلامی قانون کا دائرہ عمل مغربی قوانین کے مقابلہ میں نظریاتی اور عملی دونوں اعتبار سے وسیع تر ہے۔ وہ ایک ایسی ہدایتی اور واجبی (Imperative) عنصر کا مالک ہے جو اپنی ہیئت اور مزاج میں دنیا کے دوسرے قوانین سے منفرد اور ممتاز ہے۔ وہ افراد معاشرہ کے داخلی اور خارجی دونوں پہلوؤں پر یکساں نظر رکھتا ہے۔ انما الاعمال بالنیات کہہ کر انسان کے خارجی عمل کو اس کی داخلی نیت کے ذریعہ متعین کرتا ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جس میں دنیا کا کوئی دوسرا مذہب اس کا حریف نہیں۔

حسن معاشرت

معاشرہ کا سب سے چھوٹا یونٹ ایک خاندان ہوتا ہے۔ اس میں مرد و عورت یعنی شوہر اور زوجہ کو لیجئے۔ اسلامی قانون ازدواج ایک ایسا قانون ہے جو قوانین تمدن میں سب سے زیادہ اہم اور وسیع الاثر ہے۔ اسلام کا یہ قانون جو سب سے زیادہ معاشرہ پر اثر انداز ہوتا ہے، عدل و توازن، انصاف و رواداری، اخلاق و عصمت کی محافظت، باہمی محبت و مودت، مقاصد نکاح کے حصول، نجات اخروی، مصلحت عامہ اور انسانی فطرت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ چنانچہ قرآن پاک خاندان کا سربراہ مرد کو قرار دیتا ہے اور الرجال قوامون علی النسا اور للرجال علیهن درجة کہہ کر یہ حقیقت

واشگاف الفاظ میں بیان کر رہا ہے کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ خاندانی نظم و ضبط' اس کی دیکھ بھال میں مردوں کو اولیت حاصل ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب کچھ مرد ہی ہے' بلکہ مرد کو یہ تلقین کی جا رہی ہے کہ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف یعنی عورتوں کو بھی حسن سلوک کا ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مردوں کو ان پر حاصل ہے۔ مزید صراحت کے طور پر کہا جاتا ہے کہ عاشروھن بالمعروف یعنی عورتوں کے ساتھ ہمیشہ قاعدہ شرعی کے مطابق نیک سلوک کرو۔

نفقہ

انسان طبعاً" بخیل واقع ہوا ہے' بعض اوقات اپنے بیوی بچوں پر بھی خرچ کے معاملہ میں اس کی طبیعت میں تنگی پیدا ہوجاتی ہے اور کبھی کبھی وہ مال کو جمع کرنے کی ہوس' آئندہ غربت کے خوف سے اپنے بیوی بچوں کے نفقہ کا برابر خیال نہیں رکھتا۔ اس کے لئے سورہ طلاق کے پہلے رکوع میں ارشاد ہوتا ہے:

> "وسعت والے شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہئے کہ اللہ نے اس کو جتنا دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ جلدی تنگی کے بعد فراخی دے گا"۔

تعدد ازدواج

اسلامی قانون لا متخذی اخدان کہہ کہ اعلانیہ یا چوری چھپے ناجائز تعلقات پیدا کرنے والوں کو سخت تنبیہہ کرتا ہے' وہ ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کو بشرط قدرت عدل جائز قرار دیتا ہے مگر ساتھ ہی یہ تاکید بھی کرتا ہے کہ فلا تمیلو اکل المیل فتذروھا کالمعلقۃ یعنی ایک عورت کی طرف بالکل اس طرح نہ جھک پڑو کہ دوسری عورت گویا معلق رہ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا طرز عمل اختیار مت کرو کہ وہ اللہ کی قائم کردہ حدود توڑنے پر مجبور ہو۔

طلاق

خوش اسلوبی سے رہنے سہنے اور ایک دوسرے کی ضرورت کی تکمیل کی تلقین

کے بعد اسلامی قانون ایک ایسی صورت کا بھی ذکر کرتا ہے کہ جب زوجین ایک دوسرے کے ساتھ حسن معاشرت جاری نہ رکھ سکیں اور انہیں یہ خدشہ لاحق ہو کہ وہ اللہ کی قائم کردہ حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ایسی صورت میں فابعثوا حکما" من اھلہ وحکما" من اھلھا کہ ایک حکم شوہر کے خاندان سے اور ایک حکم بیوی کے خاندان کا ہو تاکہ مصالحت کرا دی جائے اور اگر مصالحت ممکن نہ ہو تو خلع' مبارات اور طلاق و تفریق کے احکام بیان کرتا ہے اور کوئی پیچیدگی ایسی نہیں چھوڑتا جس کو عدل کے ساتھ حل نہ کر دیا گیا ہو۔

حضانت

طلاق یا تفریق کی صورت میں نابالغ بچوں کی حضانت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی قانون اس کا یہ حل پیش کرتا ہے کہ لڑکا سات سال کی عمر تک اور لڑکی بالغ ہونے تک اپنی ماں کے پاس رہ سکتی ہے اور باپ ان بچوں کے نان و نفقہ تعلیم و رہائش وغیرہ کا ذمہ دار ہو گا۔ دراصل اسلام معاشرہ کو برائیوں سے خالی اور حسنات اور نیکیوں سے بھر دینا چاہتا ہے' ایک حدیث میں ہے کہ:

- من لم یوقر کبیرنا ولم یرحم صغیرنا فلیس منا (او کما قال علیہ السلام)

"جس نے اپنے بڑے کی عزت نہیں کی اور جس نے اپنے چھوٹے کے ساتھ شفقت و مہربانی کا برتاؤ نہیں کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

یہ ہدایت معاشرہ اور باہمی ربط و سلوک کی ایک محکم بنیاد ہے تاکہ معاشرہ کے افراد میں ایک دوسرے کے لئے احترام و شفقت موجود ہو اور معاشرہ میں حسن اخلاق رواج پائے۔

اسراف

معاشرہ میں زرودولت کو ایک کلیدی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اسلامی قانون کلوا وا شربوا یعنی کھاؤ پیو کی تو اجازت دیتا ہے مگر اسراف سے منع کرتا ہے۔ اسراف کا ترجمہ عام طور پر فضول خرچی کیا جاتا ہے۔ دراصل اسراف قدر ناشناسی کا دوسرا نام

ہے یعنی ایک معتدل اندازے سے زیادہ خرچ کرنا۔ چنانچہ اگر کسی نے اپنی سفاہت یعنی کم عقلی کے سبب اسراف کا ارتکاب کیا ہو تو اسلامی قانون کے تحت اس کے مالی تصرفات پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔

وصیت و میراث

مالی و معاشرتی امور میں مزید استحکام پیدا کرنے کی غرض سے وصیت و میراث کا اسلامی قانون ہے کہ ہر مسلمان اپنے ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک کسی غیر وارث کے حق میں وصیت کرنے کا مجاز قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد تمام ورثا کے حصے قرآن پاک اور حدیث نبویؐ کے ذریعہ متعین ہیں تاکہ دولت کے ارتکاز یا غیر منصفانہ تقسیم سے انسانی معاشرہ میں جو مفاسد پیدا ہوسکتے ہیں ان کا ازالہ کیا جا سکے اور آپس میں محبت و تعلق کا رشتہ منقطع نہ ہونے پائے۔

پڑوسیوں کے حقوق

خاندانی زندگی کے لئے معاشرہ کے ایک چھوٹے مگر بنیادی یونٹ سے متعلق اسلامی قوانین کی طرف یہ چند اشارے ہیں۔ گھر یا خاندان سے باہر نکلئے تو آپ کا واسطہ پڑوسی سے پڑے گا۔ پڑوسی کے جو حقوق اسلام بیان کرتا ہے' شاید ہی کسی دوسرے معاشرے میں اس کی نظیر ملے۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ پڑوسی کا حق شفعہ اسلامی قانون کی ایک واضح مثال ہے۔

حلال روزی

ایک وسیع معاشرہ کے فرد ہونے کی حیثیت سے انسان کا سب سے پہلا قدم کسب معاش کا ہوتا ہے۔ حلال روزی پیدا کرنے کے لئے اسلام اور اس کا قانون بے حد زور دیتا ہے۔ قرآن واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ احل اللہ البیع و حرم الربوا کہ اللہ نے بیع یعنی خرید و فروخت کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اپنی قبروں سے حشر کے دن اس طرح اٹھیں گے جیسے وہ شخص اٹھتا ہے جس کو آسیب نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ ایک اہم ترین اقتصادی ضابطہ ہے جس پر

اسلامی قانون مسلمانوں کی معیشت کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے۔

قرض کی ادائیگی

اسلام قرضوں کی ادائیگی کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے۔ اول تو وہ کہتا ہے کہ قرض مت لو، یہ تمہاری اقتصادیات کو گھن کی طرح چاٹ جائے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ رات کو بھوکے سو رہنا اس سے بہتر ہے کہ جب تم صبح کو اٹھو تو تمہاری گردن پر کسی کا قرض ہو۔ آنحضرت ﷺ اکثر اوقات نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے دریافت فرما لیتے تھے کہ میت پر کوئی قرض تو نہیں، مراد یہ تھی کہ اگر ہے تو فوری ادا کر دیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر کسی شخص پر کوئی قرضہ ہے اور وہ اس کو ادا کئے بغیر مر گیا تو یہ قرضہ اس میت اور جنت کے بیچ میں ایک آڑ اور رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اسی لئے اسلامی قانون میں حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ حتیٰ کہ سورہ نساء میں جہاں قرآن پاک میت کے ترکہ کی ورثا میں تقسیم کا ذکر اور ان کے حصے بیان کرتا ہے وہاں بار بار یہ پابندی بھی عائد کرتا ہے کہ ورثا میں ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں سے میت کے ذمہ واجب الادا قرضے ادا کئے جائیں۔

امانت کی واپسی

قرضوں کی ادائیگی کی طرح امانتوں کو ان کے حق داروں تک پہنچانے کا بھی حکم ہے:

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا "اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچا دو۔"

پھر کہتا ہے:

لا تخونوا امانا تکم۔ "امانتوں میں خیانت نہ کرو"۔

ایک اور حکم دوسروں کا مال ناحق کھانے کے متعلق ہے کہ:

لا تا کلوا اموال الناس بالباطل۔ "لوگوں کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔"

اس میں تحریم رشوت کا حکم پوشیدہ ہے۔

ناپ تول

اسلامی قانون عام تجارتی معاملات میں اوفوا الکیل والمیزان بالقسط ناپ اور تول کو انصاف سے پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کی سورہ تطفیف میں فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں کے لئے وائے حسرت و ناکامی جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ جب وہ لوگوں سے ناپ کرلیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیں تو کم دیتے ہیں' کیا ان لوگوں کو یقین نہیں کہ وہ مر کے ایک ہولناک دن کے لئے اٹھائے جائیں گے' جس دن سارے جہانوں کے مالک کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینے کو کھڑے ہوں گے۔ اسلامی قانون اوفوا بالعقود کہہ کر معاہدات کی پابندی کرنے پر زور دیتا ہے کہ روز قیامت تم سے تمہارے وعدوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

انسان محض معاشی حیوان نہیں

اسلام ایک مسلمان کے لئے محض معاشی حیوان بننا پسند نہیں کرتا جو رات دن اپنی تجوری کو بھرنے میں لگا رہے۔ وہ "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کو ہر مسلمان کا انفرادی اور اجتماعی فریضہ قرار دیتا ہے۔ ساتھ ہی وہ معاشرہ میں امور خیر کی انجام دہی کے لئے یاد دلاتا ہے کہ تمہارے مال میں "حق للسائل والمحروم" سائل اور محروم کے لئے بھی حق ہے:

> یسئلونک ماذا ینفقون' قل العفو۔ "اے رسول' لوگ آپ سے خرچ کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو وہ راہ خدا میں خرچ کرو۔"

انفقوا فی سبیل اللہ کے قرآنی حکم کے ساتھ لن تنالوا البرحتی تنفقوا مما تحبون بھی ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں وہ مال خرچ کرو جو تم کو محبوب ہے۔

یہاں تفصیلات بیان کرنے کا موقع نہیں' اس قدر عرض کردوں کہ تقریباً" ساڑھے پانچ سو آیات قرآن پاک کی ایسی ہیں جو اسلامی قوانین و احکام سے متعلق ہیں اور رسول اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کی ہزار ہا احادیث اور آثار موجود ہیں جنھیں اسلامی

معاشرہ کی تشکیل اور اسلامی قانون کے ماخذ کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

تعزیری قوانین

اب ذرا تعزیری قوانین کی طرف آیئے۔ انسان کی صفت جو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے "ظلوما" "جہولا" انسان کے ظالم ہونے پر صریح نص ہے۔ وہ معاشرے پر مختلف انداز سے ظلم ڈھاتا ہے' ان میں اس کے وہ افعال جو پورے معاشرہ کے لئے گندگی اور خرابی اخلاق کا موجب اور متعدی ہوں' تعزیری معاملہ میں ان کی طرف اسلامی قانون اپنی پہلی توجہ مرکوز کرتا ہے۔ چنانچہ اسلامی فوجداری قانون کے دو حصے ہیں۔ ایک وہ جرائم اور سزائیں ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ سے ثابت ہیں اور دوسری قسم ان جرائم اور سزاؤں کی ہے جن کے تعین کے لئے حاکم وقت کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ زمانہ کے حالات کے بموجب جو سزا چاہیں اور مناسب سمجھیں' مجرموں کو دیں تاکہ معاشرہ سے جرائم کا سدباب ہو۔

جہاں تک ان جرائم اور سزاؤں کا تعلق ہے جو قرآن پاک میں مذکور ہیں' ان میں سرفہرست زنا' چوری' قتل' بغاوت وغیرہ آتے ہیں۔ اسلامی قانون زنا کے جرم کے سلسلے میں بڑا سخت گیر واقع ہوا ہے۔ قرآن سب سے پہلے تو یہ حکم دیتا ہے کہ " لا تقربوا الزنا " یعنی زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو اور اگر کوئی اس حکم کے باوجود اس حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو حکم دیتا ہے:

الزانیۃ والزانی' فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر فلیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین۔

"جو عورت و مرد زنا کرے تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہو تو اللہ کے دین کی بات پر عمل کرنے میں ان دونوں سے نرمی نہ برتنا۔ نیز یہ کہ جس وقت ان کو سزا دی جائے تو مسلمانوں کا ایک

گروہ موجود ہو تاکہ وہ ان کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر عبرت پکڑیں"۔

مقام افسوس ہے کہ اس مملکت خداداد پاکستان میں سو کوڑوں کی سزا اور زانی و زانیہ کے ساتھ نرمی نہ برتنے کے صریح حکم قرآنی کے باوجود تعزیرات پاکستان میں زنا کا جرم آج بھی قابل راضی نامہ ہے۔

اسلامی قانون میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹ ڈالنا ہے۔ قرآن کا صاف و صریح حکم ہے: السارق و السارقۃ فاقطعوا ایدیھما۔ لیکن ہمارے معاشرے میں چور کی جو سزا ہے' وہ آپ سب کو معلوم ہے۔

اسی طرح قتل کے جرم میں اسلامی قانون میں قصاص یعنی جان کے بدلے جان اور اگر مقتول کے ورثا راضی ہو جائیں تو دیت یعنی خون بہا کا حکم ہے۔ یہ حقیقت میں اللہ کی طرف سے ایک مہربانی اور آسانی ہے۔ قصاص کا قانون اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ معاشرہ کے افراد آپس کی خون ریزی سے اجتناب کریں۔

اسی طرح جو لوگ رہزنی کا ارتکاب کریں یا بغاوت کے ذریعہ ملک میں فساد مچائیں ان کی سزا قرآن میں یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا گرفتار کر کے سولی دے دی جائے یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ ڈالا جائے یا قید کیا جائے یا انکو جلاوطن کر دیا جائے۔ البتہ اگر وہ توبہ کر لیں تو انہیں معاف کر دیا جائے۔ یہ حکم ان کیلئے ہے جو ایک اسلامی حکومت میں فتنہ و فساد کا بازار گرم رکھیں اور مسلمانوں کی جان و مال' آبرو اور خود اسلامی حکومت کے درپے ہوں جس کو عام اصطلاح میں غداری یا بغاوت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی قانون دیگر جسمانی جرائم اور ضربات کے سلسلے میں عدل اور برابری کا مطالبہ کرتا ہے چنانچہ وہ ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن و الجروح قصاص کا قائل ہے یعنی یہ کہ جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے بدلے ناک' کان کے بدلے کان' اور دانت کے بدلے دانت اور زخم کے بدلے اسی جیسا زخم۔

اسلامی قانون شراب نوشی کو حرام قرار دیتا ہے اس لئے کہ وہ ام الخبائث ہے'

دوسری اخلاقی خباثتوں کو جنم دیتی ہے اور اس کے لئے خلافت راشدہ میں اسی دروں کی سزا مقرر تھی لیکن ہمارا قانون ملکی اس کو صرف امن و امان کے نقطہ نظر سے دیکھتا ہے۔

اسلامی قانون حرم ربی الفواحش کی تکمیل میں تمام فواحش اور منکرات کو حرام کہتا ہے اور فحاشی، جنسی بے راہ روی اور بے حیائی کو قانوناً" جرم قرار دیتا ہے۔

یہ ہے اسلامی قانون فوجداری کا خلاصہ جو اس کائنات کے پیدا کرنے والے نے، جو انسانوں کی اچھی اور بری، کھلی اور چھپی سب باتوں کو جاننے والا ہے، مقرر فرمایا ہے۔ آپ کہیں گے کہ اسلامی قانون فوجداری سخت گیر واقع ہوا ہے، میں کہوں گا بے شک اسلامی قانون سخت گیر ہے، وہ معاشرہ کو مفاسد سے پاک رکھنا چاہتا اور شخصی ملزم کے حق میں نرم رجحان کے خلاف ہے، جس کے نتائج آپ روزانہ اخباروں میں پڑھتے ہیں۔ آنجہانی محترم جسٹس اے۔ آر کار نیلیس، جو پاکستان کے چیف جسٹس اور ہمارے حالیہ وزیر قانون بھی رہ چکے ہیں، جنہیں مغربی قوانین کو جاننے اور برتنے کا اس برصغیر میں تقریباً" چالیس سال تک موقع ملا ہے اور جو اسلامی قانون کی برتری اور عظمت کے بھی قائل ہیں، انہوں نے ۲۷ اگست ۱۹۶۵ء کو آسٹریلیا میں وزرائے قانون کی اور اٹارنی جنرلوں کی ایک کانفرنس کے دوران اپنے مقالہ میں فرمایا تھا:

"زمانہ حال کے قانون فوجداری کے ماہرین کے لئے ملزم کی ذات کے تحفظ کا مسئلہ خاصی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس ضمن میں ان کی توجہ نئے اور بعید از فہم عذرات کی جانب مرکوز ہے۔ اگر پاکستان میں فوجداری کارروائیوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں ان پر مزید توجہ دی گئی تو ملزم کو ایک بہتر پوزیشن حاصل ہو جائے گی جو مفاد عامہ کی نظر میں خلاف ضمیر بلکہ کسی حد تک خطرناک ثابت ہوگا"۔

چیف جسٹس موصوف نے موجودہ سزا کے طریقوں میں قید کے طریقہ کی افادیت میں شک و شبہ کا اظہار کرتے ہوئے مقالہ کے آخر میں اصولی طور پر اسلامی سزاؤں کا تجزیہ کرنے کی تجویز پیش کی اور ساتھ ہی سعودی عرب کے نظام قانون و عدل

کا حوالہ بھی دیا۔

میں اس ضمن میں اس قدر عرض کروں گا کہ قانون خواہ کتنا ہی اچھا اور عدل و انصاف پر مبنی ہو' اس وقت تک اس کے بہتر اثرات و نتائج مرتب نہیں ہو سکتے جب تک کہ کسی ملک کے قانون و انصاف کے ادارے اس کارکردگی اور مہارت کے ساتھ اپنے فرائض ادا نہ کریں جو معاشرہ کے تحفظ کے لئے ضروری ہے۔ بد قسمتی سے پاکستان میں یہ مسئلہ خاصی اہمیت رکھتا ہے' اس سلسلہ میں اسلامی تصور انصاف اور نظام عدل کیا خصوصیات رکھتا ہے؟ یہ ایک علیحدہ بھی موضوع ہے جو ایک علیحدہ نشست کا طالب ہے۔

آخر میں میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ مسلمان معاشرہ جس اساس پر قائم ہے' وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ مختلف بیرونی اثرات اور عوامل کے باوجود یہی اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کا جذبہ ہمارے معاشرے کو آج بھی ایک پلیٹ فارم پر جمع کئے ہوئے ہیں۔ میں پورے یقین و اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ مسلم معاشرہ کو مجتمع رکھنے والا خدا کا قانون اور اسلامی ضابطہ حیات ہی ہو سکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں غیر اسلامی قوانین تقدیس کے تصور سے یکسر عاری ہیں' جن کے احترام کے جذبہ سے لوگوں کے دل خالی ہیں' یہی وہ چیز ہے جو ایک عرصہ سے مسلم معاشرہ میں انتشار کا باعث بنی ہوئی ہے اور معاشرتی برائیاں گھٹنے کے بجائے روز بروز بڑھ رہی ہیں۔

پچھلی حکومتوں نے اس سلسلہ میں جو اقدامات کئے وہ نیم دلانہ تھے' اب بھی وقت ہے کہ ہم اسلامی قوانین اور ضابطہ حیات کو معاشرہ میں' خواہ وہ سیاست ہو یا تجارت' تعلیم ہو یا عدالت' نافذ کر دیں' ورنہ مسائل روز بروز الجھتے جائیں گے اور خبر نہیں کہ انجام کیا ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام اور حکومت و ریاست دو جڑواں بھائی ہیں' ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست حالت میں نہیں رہ سکتا۔ اسلام کی مثال ایک بنیاد کی اور حکومت گویا اس کی محافظ ہے۔ جس عمارت کی